اللہ کی رحمت

لامحدود ہے

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

تفصیلات طباعت

نام کتاب	اللہ کی رحمت کی لَامَحدوُدِیتُ
مؤلف	الحاج قاری محمد ارشاد علی
صفحات	۳۳
اشاعت	مئی ۲۰۱۰
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

تنبیہ

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾

اللہ کی رحمت کی لَامَحدوُدِیتُ

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [الأعراف: ١٥٦]

(اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے)

الرَّحْمٰنِ اور الرَّحِیمِ اللہ تعالٰی کے اسماءِ حُسنٰی میں سے ہیں۔ اللہ ہی ایک ایسی ہستی ہے جسکی رحمت تمام کائنات پر وسیع ہے۔ کائنات کی ہر چیز کو اس کا فیض پہنچتا ہے۔ سارے جہاں میں کوئی دوسرا اِس قدر ہمہ گیر اور غیر محدود رحمت کا حامل نہیں ہے۔ دوسری جس ہستی میں بھی رحمت کی صفت پائی جاتی ہے وہ رحمت محدود اور جُزوِیُ ہوتی ہے۔ اور وہ صفت بھی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ توفیق الٰہی کا نتیجہ ہوتی ہے اور اسکے پیچھے منشاءِ الٰہی یہ ہوتا ہے کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق کیلئے خوشحالی اور فیضان کا سبب بنے، وہی اللہ ہے جس نے، انسانوں میں اور دیگر مخلوق میں بھی محبت مادری اور شفقت پِدَری پیدا فرمایا۔

خدا کی رحیمی اور غَفّاری کی شان کا یہ عالم ہے کہ وہ کافر کو بھی سنبھلنے کی مہلت دیتا ہے۔ انکار حق کے ساتھ ہی عذاب کا کوڑا نہیں برساتا۔ برسوں اور صدیوں ڈھیل دیتا ہے، سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کی مہلت دیتا ہے اور عمر بھر کی نافرمانیوں کو ایک توبہ پر معاف کر دینے کیلئے تیار ہے، اسکی حَلیِمی، رَحِیمی، کریمی اور چشم پوشی (درگذری) ہی تو ہے جسکی بدولت کُفر اور شِرک اور دَہرِیّتُ، فِسق اور فجور اور ظلم اور ستم کی انتہاء کر دینے والے لوگ بھی سَالہا سَال تک مہلت پر مہلت پائے چلے جاتے ہیں پھر انکو رزق بھی ملتا ہے، ان کی بڑائی کے ڈنکے بھی بجتے

رہتے ہیں اور سامانِ زیست کی سَر وسامانی بھی انکو مُہیّا ہوتی ہے۔ ان سب چیزوں کو دیکھ کر نادان لوگ غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید اِس دُنیا کا کوئی خدا نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ سنتِ خداوندی اور معرفت الٰہی سے واقف ہیں وہ اچھی طرح واقف رہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ اللہ نہ صرف خالق رحمٰن اور رحِیُم ہے بلکہ وہ مَلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ بھی ہے۔ حساب و کتاب، سزا و جزا سب اِسی کے اختیار میں ہے ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾﴿وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ [الزلزلة: ٧-٩] تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

مخلوق کو سامانِ زیست فراہم کرنے کے ساتھ انسان کو مقصودِ زیست سے آگاہ کرانا رحمت الٰہی کا تقاضہ ہے۔

اُس کی رحیمی ہی کا تقاضہ ہے کہ اُس نے انسان کو وجود کی نعمت بخشا، پھر بقاءِ وجود کا انتظام کیا اور بقاءِ نسلِ آدم کیلئے عورت کی تخلیق بھی اُسی کی طرف سے ہے، پھر دُنیا میں حسبِ منشاءِ الٰہی زندگی گزارنے کیلئے قانون زندگی اُسی کی طرف سے ہے، اور نمونہ زندگی اور شارح قانونِ زندگی بصُورت رسول ﷺ اُسی کی طرف سے ہے۔ اِس طرح تقریباً ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، تاکہ انسان یوم قیامت عدالتِ الٰہی میں کامیاب اور کامران رہ سکے۔ گویا انسانی روح کی رہنمائی اُسکی رُبُوبیت کا لازمی تقاضہ ہے اور رُبُوبیت، رَحمت کا جُز ہے۔

عربی زبان سے رحمٰن بڑے مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ اور اسقدر وسیع ہے کہ اِسکے بیان کیلئے بڑے سے بڑے مبالغہ کا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا، اسلئے کہ اسکی فراوانی کا حق ادا کرنے کیلئے رحیم کا لفظ لانا ضروری ہو گیا۔﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾

اللہ سخت گیر (ذرا سی غلطی پر سخت سزا دینےوالا) نہیں ہے کہ ذرا ہم سے قصور ہوا اور وہ تمھاری خبر لے ڈالا۔ در حقیقت وہ اپنی تمام مخلوقات پر نہایت مہربان ہے، وہ غایَت دَرُجَہ (انتہائی) رحم اور کرم کے ساتھ خدائی کر رہا ہے اور اسکا یہی معاملہ انسانوں کے ساتھ بھی ہے۔ اسلئے قصور پر قصور کرنے پر بھی معاف کرتا چلا جاتا ہے۔ نافرمانیاں، جرائم اورگناہ وغیرہ کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے لیکن اسپر رزق تنگ نہیں کرتا کیونکہ وہ حِلم اور عفو ہی سے کام لیتا ہے۔

انسان میں تھکان کے بعد نیند کا غلبہ اُسی کی رحیمی اور کریمی کا نتیجہ ہے کہ اُس سے تھکان کو دور کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ نیند میں اِنسان کے ارادے کا دخل نہیں ہے ایک لحاظ سے اسکو مجبور کر دیا جاتا ہے۔اِسی طرح انسان کے جسم میں جو مختلف نظام ازخود (Automatic) ہیں اپنے کاموں پر اپنے طور پر لگے ہوئے، ان میں بھی انسان کا دخل نہیں ہے، جیسے دل کا دھڑکنا، پھیپھڑوں کا اپنا کام، کلیجہ، لَبْلَبَہ، دماغ، گُردے، ان کے علاوہ کئی اعضاء تقریباً ۵۰ جملہ ایسے اعضاء اور نِظام ہیں جو جسم انسانی میں ازخود کام پر لگے ہوئے ہیں۔ انسانی ارادے اور اختیار کا اِس میں دخل نہیں ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسانی ضروریات میں سب سے زیادہ اہم ضرورتوں کو انسانی ارادے کے تحت نہیں رکھا گیا، یہہ اُسکی رحیمی اور حکمت کا

تقاضہ ہے۔ بہر حال انسان خود اپنا اتنا خیر خواہ نہیں ہے جتنا خدا اسکے لیے خیر خواہ ہے۔

ربوبیت الٰہی ، رحمت الٰہی ہی کا ایک مظہر ہے

خدا کے تصور کا جو نقشہ (قرآن مجید) انسان کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہے اُس میں سب سے زیادہ نمایاں اور چھائی ہوئی صفت، **رحمت** ہی ہے۔ پس ضروری تھا کہ خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صِفتی اور فِعلی دونوں حیثیتیں واضح کر دی جائیں۔ یعنی اِس میں رحمت ہے کیونکہ وہ رحمٰن ہے اور ہمیشہ اِس سے رحمت کا ظہور ہوتا رہتا ہے اسلئے کہ وہ رحیم ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ کائنات ہستی میں جو کچھ بھی خوبی اور کمال ہے وہ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ رحمت الٰہی کا ظہور ہے۔ جب ہم کائنات ہستی کے اعمال اور مظاہر پر غور کرتے ہیں تو سب سے پہلے جو حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے وہ اُس کا نِظام رُبُوبِیت ہے۔ کیونکہ کائنات میں قدرت سے ہماری پہلی شناسائی رُبُوبیت ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔ لیکن جب علم اور اِدراک کے مسافر کی حیثیت سے ذرا اور آگے کی مسافت طے کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ رُبُوبیت سے بھی زیادہ وسیع ایک اور حقیقت یہاں کار فرما ہے جس میں رُبُوبیت بھی اِس کے فیضان کا ایک حصّہ ہے وہ ہے کائنات میں حُسن و جمال۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کے اوراق کے درمیان حسب ذیل اُمور کا ذکر ہے۔ جن کا تعلق سائنس سے ہے، تقریباً ایک ہزار آیات قرآنی کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ سائنس کے علوم سے ہے۔ زمین کے وجود کا پتہ، ہواؤں کا چلنا، نباتات کا اُگنا، خشک ترمیوں کا مہیا کرنا، دودھ، شہد، لحمی غذاوں کی فراہمی، انسان

کی پیدائش اور اسکو نُطق (قوت) بخشا جانا، حیوانات کی پیدائش اور ان کا مطیع ہونا، سر پر آسمان کا سایہ، ستاروں سے زینت دینا، چاند اور سورج کی گردش، پہاڑوں کا وجود، سمندر اور جہاز رانی (Navigation)، سمندر کی غذائیں وغیرہ

قرآن مجید میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت بار بار دیگئی ہے کہ اس کائنات میں مناظر فطرت (Natural phenomena) کو غور سے دیکھو، تحقیق کرو اور علم حاصل کرو۔ اسطرح قرآن مجید میں ۱۹ سے زیادہ مقامات پر تصویر کائنات میں غور و فکر کرنیکی دعوت دی گئی۔

کائنات میں حسن و جمال رحمت الٰہی کا مظہر ہے

ربوبیت کیا ہے ؟ کائنات ہستی کی پرورش کا دوسرا نام ہے۔ پھر اسکے آگے جو حقیقت ہے وہ حسن و جمال، زیب و زینت، بنانا، سنوارنا، سجانا پھر ان سب سے مخلوق کو فائدہ پہنچانا وغیرہ ہے۔ چنانچہ مشاہدہ اور محسوسات میں یہ بات آتی ہے کہ کائنات کی تخلیق میں بناؤ ہے، خُوبی ہے، حُسن ہے، دلکشی ہے، اسکے مزاج میں تناسب اور اعتدال ہے، اس کی تخلیق میں نیرنگی ہے، اس کے افعال میں خصوصیت ہے، اس کی صورت میں حُسن ہے اس کی صداؤں میں نغمہ ہے، اسکی بو میں عطر بیزی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ سجاوٹ کے ذریعے فیضان، رُبُوبیت سے بھی زیادہ ہے وسیع ہے اور عام ہے۔

کائنات میں تعمیر اور تحسین، رحمت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ کائنات میں بناؤ اور سجاوٹ، عناصر کی ترکیب کے اعتدال اور تَسوِیہ (درست کرنا) کا نتیجہ ہے۔ مادہ عالم کی کمیت میں اعتدال، کیفیت میں اعتدال (تناسب)۔ بس یہی اعتدال ہے جسکی وجہ سے سب کچھ خوبی اور کمال کے ساتھ وجود میں آتا ہے۔ چنانچہ وجودِ زندگی،

تندرستی، حُسن، خوشبو، نغمہ یہ سب خوبصورتی ہی کے نام ہیں۔ مگر حقیقت ایک ہی ہے وہ ہے اعتدال یعنی تناسب۔

کائنات میں اعتدال کیوں ہے ؟:- قرآن کہتا ہے کہ یہ خالق کائنات کی طرف سے رحمت ہی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ رحمت سے جو کچھ ظاہر ہوگا اُس میں خوبی اور بہتری ہی ہوگی۔ حُسن و جمال ہی ہوگا، اعتدال اور تناسب (یعنی خوبصورتی) ہی ہوگا، اسکے خلاف کچھ نہ ہوگا۔ رحمت الٰہی چاہتی ہے کہ جو کچھ کائنات میں ظہور میں آئے وہ ضرورت کے مطابق ہو، بہتر ہو اور نافع ہو، اس پر مزید یہ کہ کائنات میں جمال اور زیبائش بھی ہو یہ قدرت کی طرف سے گویا ایک مزید لطف اور احسان ہے اِس سے پتہ چلا کہ فطرت (قدرت) صرف زندگی ہی نہیں بخشتی بلکہ تخلیق کے ساتھ تحسین کو بھی ضروری سمجھتی ہے۔

کائناتِ ہستی کی بُوقَلَمُونِی (رنگا رنگی)

کائنات ہستی میں جو کچھ موجود ہے اور جو کچھ ظہور میں آتا ہے اُس میں سے ہر چیز کوئی نہ کوئی خاصّہ (خصوصیت) رکھتی ہے اور ہر چیز میں کوئی نہ کوئی تاثِیر ہے۔ یہ تمام خواص کچھ اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ ہر خاصّہ ہماری کوئی نہ کوئی ضرورت پوری کرتا ہے۔ اور ہر تاثِیر ہمارے لئے کوئی نہ کوئی فیضان رکھتی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، ہوا، بارش، دریا، سمندر، پہاڑ وغیرہ اِن سب کے خواص اور فوائد ہیں اور یہ سب ہمارے لئے طرح طرح کی راحتوں، آسائشوں، زیب و زینت کا سامان مُہیّا کرتے ہیں۔

سطح زمین پھولوں اور پھلوں سے لدی ہوئی، تہہ میں میٹھا پانی، گہرائی میں سونا چاندی معدنیات اور خود زمین اپنی جسامت میں مُدَوَّر (Spherical) لیکن اسکا ہر

حصّہ ایک مُسَطّح فرش کی طرح ، زمین کا کُرَہ ، سورج سے ایک خاص موزوں اور مناسب فاصلہ پر رکھا گیا تا کہ آبادی (رہائش) کیلئے مناسب ترین ثابت ہو سکے، اگر فاصلہ زیادہ ہوتا تو سورج سے زمین کو حرارت کم ملتی، سردی زیادہ ہوتی اور موسم بہت طویل ہوتے۔ نتیجتاً مشکل ہی سے زمین آبادی کے قابل رہتی۔ اگر اسکے بر عکس فاصلہ کم ہوتا تو گرمی کی شدّت اور دیگر بہت سے غیر موزوں عوامل ملکر انسان جیسی مخلوق کیلئے یہ کُرَہ سکونت کے قابل نہ رہتا۔

کُرَہ ارض پر ۵۰۰ میل کی بلندی تک ہوا کا ایک کثیف غلاف ہے جو شہابوں کی خوفناک بمباری سے زمین اور اہل زمین کو محفوظ رکھتا ہے، ورنہ روزآنہ دو کروڑ شہاب ۳۰ میل فی سکینڈ کی رفتار سے زمین پر گرتے اور کُرَہ ارض پر کوئی بھی مخلوق زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ ہوا درجہ حرارت کو قابو میں رکھی ہوئی ہے۔ یہ سمندروں سے بادل (بخارات) اُٹھاتی ہے اور زمین کے مختلف حصّوں تک میٹھا پانی پہنچاتی ہے، یہی ہوا انسان ، حیوان اور نباتات کی زندگی کو مطلوب گیس فراہم کرتی ہے۔ اگر یہ ہوا نہ ہوتی تو انسان اور حیوان اور نباتات کی زندگی ختم ہو جاتی اور زمین غیر آباد ہو جاتی۔

سطح زمین سے ۵۰ کیلومیٹر تقریباً اُوپر Ozone کی ایک تہہ ہے جو بالائے بنفشی شعاعوں (ultraviolet Rays) کو زمین تک آنے نہیں دیتی کیونکہ یہ شعاعیں مخلوق کیلئے نقصان دہ ہیں، اگر یہ تہہ نہ ہوتی تو زندگی مشکل ہو جاتی چنانچہ ان شعاعوں کے منعکس (Reflection) ہونے سے آسمان نیلا نظر آتا ہے۔

زمین اور آسمان کے مالک کا دستر خوانِ رُبُوبِیت اپنی پوری وسعت فراخی، تنوع ہمہ گیر اور ہم پہلو خصوصیات رزق رسانی کے ساتھ کائنات گیر سطح پر ہر

طرف ہر کہیں اور ہر جگہ بچھا ہوا ہے، جس سے کائنات کا ذرہ ذرہ اِنہیں ضرورت اور حیثیت کے مطابق مستفید ہو رہا ہے، ہر لمحہ ہر لحظہ اُسکی رُبُوبیت کی نئی شان ہے اور ہر شان حیرت انگیز قدرت اور ہمہ گیری کے سات مخلوقات کو رِزق پہنچا رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رزق ہر ذی روح کا تعاقب کر رہا ہے۔

اس کُرَّہ ارض پر سمندروں، دریاؤں جھیلوں، تالابوں، ندیوں، نالوں، چشموں اور زیر زمین سوتوں (زمین کے وہ سوراخ یا نالیاں جن سے کنویں، ندی یا دریا میں پانی اُبلتا رہے) کی شکل میں پانی کا عظیم ذخیرہ فراہم کر دیا۔ پہاڑوں پر بھی اسکے بڑے ذخیروں کو منجمد کر کے وقت ضرورت پگھلانے کا انتظام بھی کر دیا۔ پھر اس ہوا، پانی اور تمام اُن اشیاء کو جو زمین پر پائی جاتی ہیں سمیٹ کر رکھنے کیلئے اس کُرّہ میں نہایت مناسب کشش (Gravitational force) رکھ دی گی ہے۔ اگر یہ کشش کم ہوتی تو ہوا اور پانی دونوں کو زمین پر نہ روکا جاسکتا۔ نتیجتاً درجہ حرارات اسقدر بڑھ جاتا کہ زندگی اس پر مشکل ہو جاتی۔ اسکے بر خلاف اگر یہ کشش مطلوبہ کشش سے زیادہ ہو جاتی تو ہوا بہت کثیف ہو جاتی، اِسکا دباؤ بڑھ جاتا، آبی بخارات کا سمندروں سے اٹھنا مشکل ہو جاتا، نتیجتاً بارش معدوم ہو جاتی سردی بڑھ جاتی اور زمین کے بہت کم رقبے قابل رہائش رہ جاتے۔

اِس کُرّہ خاکی (Earth Planet) کو جن حکیمانہ مناسبتوں سے قائم کیا گیا ہے اگر انکی تفصیلات پر غور کریں تو انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور یہہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ مناسبتیں ایک حکیم و دانا اور قادر مطلق کی تدبیر کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی تھیں، اور ان حکمتوں کے پیچھے عین رحمت الٰہی کا جذبہ کارفرما ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کُرّہ ارض کو خلاء بسیط (Outer Space) میں نظام شمسی کے تحت کر کے مُعلّق رکھ دیا گیا ہے جبکہ اس کُرّہ کا وزن 6 ہزار ملین ملین ٹن ہے۔ پھر اس زمین کو محوری گردش عطا کیا،جو 27.8KM/minute فی منٹ ہے, تا کہ 40 thousand Kilometer per minute کا فاصلہ (جو کہ زمین کا محیط ہے) 24 گھنٹوں میں طے کر کے دن رات بنائے۔ اسکے ساتھ ساتھ مداری گردش بھی دیا تاکہ موسم بنتے رہیں، اسکے خاطر زمین کی مدار رفتار — 1788 km/m رکھ دیا تاکہ سورج کے اطراف کا مدار جو 18 کروڑ 60 لاکھ میل ہے اسکو 365 دن میں طے کرلے۔ محوری اور مداری گردشوں کے ساتھ ساتھ ہماری زمین پورے نظام شمسی کے ساتھ ایک اور سفر میں ہے جسکی رفتار 24 ہزار میل فی گھنٹہ ہے۔

سائینسی تحقیقات سے پتہ چلا کہ زمین کو 71% پانی اور 29% خشکی میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پھر کل زمین کا 20 فیصد ریگستان 20 فیصد جنگلات، اور 10% فیصد پہاڑ رکھ دیا، اب بقیہ جو 50% زمین رہ گئی ہے وہ بڑھتی آبادی کیلیئے ناکافی ہونے سے پہاڑوں کو زمین کے برابر کر دیا جارہا ہے اور جنگلات کو صاف کر کے قابل رہائش بنایا جارہاہے۔ (یہ سب قدرت میں دخل کے مترادف ہے)

اس کُرّہ ارض پر 10 لاکھ قسم کے حیوانات کو بسایا گیا، جن میں سے ہر ایک کے اربوں افراد موجود ہیں ۔ اور ہر ایک کی غذا کی ضروریات الگ الگ ہیں۔ خالق نے ان سب سے ہر نوع کی غذا کا سامان اسقدر کر

دیا کہ ہر چیز انکے لئے دسترس (Handy) کر دیا، کہ کسی نوع کا کوئی فرد بھی غذا پانے سے محروم نہیں رہ سکتا۔

اس کُرّہ ارض پر دو لاکھ قسم کی بنانات پرورش پارہی ہیں۔ پاوں تلے روندے جانیوالی گھاس پھونس میں فی الحقیقت جواہرات کے خزانے پوشیدہ ہیں یہ وہ خزانے ہیں جن میں ہر بیماری کا علاج ہے، دوا سستی اور ہر جگہ مہیا مگر علم کی ضرورت ہے یہ ہے رحمت الٰہی۔

حدیث: لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ وَاسْتِحْبَابُ التَّدَاوِي

ترجمہ: ہر بیماری کی دوا ہے، جب کوئی دوا بیماری پر ٹھیک بٹھا دی جاتی ہے تو مریض اللہ تعالیٰ کے حکم سے تندرست ہو جاتا ہے۔

حدیث: مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَآءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَآءً۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں فرمائی جس کی شفانہ اُتاری ہو۔

اللہ رازق ہے رزق کے انتظام کے سلسلے میں زمین اور آسمان کی اتنی مختلف قوتوں کو مِل جُل کر کام کرنے میں لگا دیا کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ گرمی، روشنی، ہوا، پانی اور زمین کے مختلف اقسام کے مادوں کے درمیان ٹھیک تناسب کے ساتھ تعاون اور تال میل کو رکھا اور ان سارے امور کی فراہمی میں نہ کسی فرشتے کا دخل نہ جن کا اور نہ کسی بزرگ کا یا ان کی روح کا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس بے جان غیر نامیاتی (Organic) زمین کے اندر سے نباتاتی ظہور آخر کیسے ممکن ہو گیا، کہ دو لاکھ قسم کی نباتات زندہ ہے اور ۱۰ لاکھ قسم کے حیوانات پرورش پارہے ہیں۔

اوّلاً تو زمین کے مخصوص خِطّوں میں اِس کی اُوپر کی سطح (Crust) کو بہت سے مادوں کی فراہمی کے ساتھ زرخیز بنادیا گیا جو کہ نباتات کی غذا کیلئے موزوں ہیں، پھر زمین کی تہہ کو نرم کر دیا گیا تا کہ نباتات کی جڑیں اندر اُتر کر پھیل کر اپنی غذا (Osmatic Pressure) کی وجہ سے چوس سکیں۔ ثانیاً زمین پر مختلف طریقوں سے پانی کی سیرابی کا انتظام کیا گیا ہے تا کہ غذائی مادے اِس میں تحلیل ہو کر اس قابل ہو جائیں کہ نباتات کی جڑیں انکو جذب کر سکیں۔ ثالثاً اوپر کی فضاء میں ہوا پیدا کر دی گئی ہے جو آفات سماوی سے زمین کی حفاظت کرتی ہے اور بارش لانے کا ذریعے بنتی ہے۔ اور اپنے اندر وہ گیاسس بھی رکھتی ہے جو نباتات کی زندگی اور انکی نشو و نما کیلئے ضروری ہیں۔ رابعاً سورج اور زمین کا تعلق اسطرح قائم کیا گیا ہے کہ نباتات کو مناسب درجہ حرارت اور موزوں موسم مل سکیں۔
یہہ چار بڑے اسباب ہیں جو بجائے خود بے شمار ضمنی اسباب کا مجموعہ ہیں (یہ ایک مضمون ہے کتنے ہی عنوانوں سے وابستہ)۔

اسی طرح زمین پر اگر جاندار مر جاتا ہے تو زمین پر اللہ نے ایسے جَراثِیم (Bacteria) رکھ دیا جو اس مردے کو مٹی اور کھاد میں تبدیل کر دے تی ہے جس سے تعفن اور گندگی فضاء میں نہیں پھیل سکتی۔ اگر یہ جَراثِیم نہ ہوتے تو زمین پر لاشوں کا انبار رہتا اور زمین رہائش کے قابل نہ رہتی۔

(ا) فضاء میں اللہ نے گرد یعنی (Cosmic Dust) رکھ دیا۔ اسکی وجہ سے طلوع آفتاب کے وقت مشرق میں آسمان کی رنگینی اور غروب آفتاب کے وقت مغرب میں افق میں خوبصورتی کا باعث یہی گرد ہے۔

(۲) ہوا میں موجود گرد کے زرات، سورج کی کرنوں کو منعکس (reflect) کرتے اس سے سورج کی روشنی ڈوبنے کے ایک یا ڈیڑ گھنٹے (one hour or one and half hour) بعد تک زمین پر دکھائی دیتی ہے۔

(۳) فضاء میں قَوسِ قُزح (Rainbow) بھی سورج کی روشنی سے بنتی ہے۔ سورج کی روشنی ۷ رنگوں سے بنتی ہے۔ جب ہوا میں موجود گرد کے ذرات اور پانی کے بخارات پر سورج کی روشنی پڑتی ہے تو وہ مختلف زاویوں پر مڑ جاتے ہیں۔

(۴) شفق سُرخ ہوتی ہے کیونکہ یہ گرد کے ذرات سورج کی کرنوں کو موڑ دیتے ہیں ،اور سُرخ کرنیں دوسری کرنوں کے مقابلہ میں سب سے آخر میں غائب ہوتی ہیں۔

(۵) گرد کا ایک اور مفید کام یہ ہے کہ آبی بخارات (water vapours) کو پانی کے قطروں میں بدل کر بارش برسنے کے قابل بناتے ہیں۔ اگر ہوا میں گرد نہ ہوتی تو بارش بھی نہ ہوتی، کیونکہ جب پانی کے بخارات گرد کے ذرّات سے ملتے ہیں تو بخارات پانی کے قطرے بن جاتے ہیں اور بھاری ہو کر بارش کی صورت میں برسنے لگتے ہیں۔

(٦) اگر کسی گھر کی چھت میں سوراخ ہو تو اس سے سورج کی روشنی گھر کے اندر فرش پر پڑتی ہے۔ سوراخ سے فرش تک روشنی کا ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ گرد کے مَہین زرات (بہت باریک) موجود ہیں جو سورج کی روشنی کو منعکس کرتی ہیں۔

کائنات میں حکیمانہ مناسبتیں، رحمت الٰہی کا مظہر ہیں

زمین سے لیکر آسمان تک اِن مختلف چیزوں کے درمیان یہہ ربط اور یہہ توازن اور یہہ مناسبتیں قائم ہونا پھر ان کا بے شمار مختلف النوع مقاصد اور مصلحتوں کیلئے کارساز ہونا اور ہزاروں اور لاکھوں برسوں تک اُن سب کا پوری ہم آہنگی کے ساتھ مسلسل کارسازی کرتے چلے جانا یہ سب ایک زبردست حکیم اور صانع کے منصوبے کے تحت ہے۔

سمندر کے پانی کو شوریدہ (نمکین) کر دیا، کہ اسکے اندر 3.5% نمک رکھ دیا تا کہ دنیا بھر کی غلاظت جو پانی کے ذریعے سمندر میں آتی ہے اسکو بھسم کر سکے۔ سمندر کا پانی بخارات لے کر اٹھیں تو نمک کو سمندر میں چھوڑ دے، اگر نمک کے ساتھ آبی بخارات اٹھتے تو شوریدہ (نمکین) بارش ہوتی اور نباتات ختم ہو جاتے۔

سمندر کی سطح پر جہاز رانیاں، تہہ میں مچھلیاں، گہرائی میں موتی مرجان، زمین پر چارپائے، فضاء میں پرندے، اِن سب کے وجود کا مقصد انسان کو فائدہ پہنچانا ہے۔ غذا کیلئے اِن سے گوشت، سواری کیلے اِن کی پیٹھ، حفاظت کیلئے ان سے پاسبانی، پہننے کیلئے ان سے کھال اور یہاں تک کہ ان کے جسم کی ہڈیاں بھی مفید ہے۔

جنگل کی جڑی بوٹیاں، چھال، پھول، پتے، ہوا کو مُعطّر کرتے ہیں، پھلوں میں طرح طرح کی غذائیت، دھوپ میں درختوں کے سایے، آنکھوں کیلئے خوشگوار مناظر کا باعث ہیں۔ پھر یہ درخت جب پختہ ہو جاتے ہیں تو لکڑی فراہم کرتے ہیں اور جب عمر ہو جاتی ہے تو ایندھن کے کام آجاتے ہیں۔

بقول شاعر

چاندنی راتوں میں پیڑوں کا گھنیرا سایا

پَو پھٹے دور سے مسجد کی اَذاں کا لہرا
ڈوبتی شام، چراغوں کا جل اُٹھنا کم کم
بھیگے بھیگے ہوئے برسات کے گہرے بادل
نیم خوابی میں برستے ہوئے پانی کی صدا
سوکھے سوکھے ہوئے جھڑتے ہوئے پتوں کی کراہ
لُو سے تپتی ہوئی ویران کوئی راہ گزر
دُور میدانوں میں گم ہوتی ہوئی پگڈنڈی
گھر کی دیوار پہ بیٹھی ہوئی چڑیوں کی چہک
یہ وہ منظر ہیں جنھیں تجھ سے علاقہ تو نہیں

سمندر میں تلاطم ، دریاؤں میں طغیانی ، پہاڑوں میں آتش فشانی (Valcano)، جاڑوں میں برف باری ، گرمیوں میں سُمُوم ، بارش میں ہنگامہ ، اَبرو بَاد و بَاراں (بادل، ہوا، موسم برسات) کی بجلی کی کڑک وغیرہ ہو سکتا ہے انسان کیلئے خوش آیند مناظر نہ ہوں لیکن ان سب سے کائنات کی دُرستگی اور تعمیر مقصود ہے۔ یہ سب تخریب کی صورت میں تعمیر کائنات ہے۔ بظاہر زحمت کی صورت ہے لیکن اس کا پس منظر رحمت ہے۔

اگر سمندروں میں طوفان نہ اٹھتے تو میدانوں کی زندگی اور انکی شادابی کیلئے پانی کا قطرہ میسر نہ آتا۔ اگر بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک نہ ہوتی تو بارش کا فیضان نہ ہوتا۔ اگر آتش فشانوں کی چوٹیاں نہ پھٹتی تو کھولتا مادہ سطح زمین کو پارہ پارہ کر دیتا ۔اب سوال یہ ہے کہ یہ مادہ آتش فشاں کیوں پیدا کیا گیا، تو یہ سب اُسکی حکمت ہے جس کا سمجھنا مشکل ہے۔

کائنات میں جمال ، رحمتِ الٰہی کی وجہ سے ہے

کائنات ہستی کا ہر گوشہ خوبصورت اور حسین ہے، ستاروں کا نظام اِن کی سیر و گردش ، سورج کی روشنی اور اسکی بو قلمونی ، چاند کی گردش اور اِس کا اُتار چڑھاؤ ، فضاء آسمانی کی وسعت اور اسکی نیرنگیاں ، بارش کا سماں اور اسکے تغیرات ، سمندر کا ہولناک منظر اسکی وسعتیں، گہرائیاں اُسکی خاموشیاں ، دریاوں کی روانی ، پہاڑوں کی بلندی، وادیوں کا نشیب، حیوانات کے اجسام اور اُن کا تَنوّع ، نباتات کی صورت آرائیاں، باغ و چمن کی رعنائیاں ، پھولوں کی مہک ، پرندوں کی نغمہ سنجی (گیت گانا)، صبح کا چہرہ خنداں (مسکراتا یا ہنستا ہوا) اور شام کی ملاحت (خوبصورتی)، غرضکہ تمام تماشہ گاہ ہستی سے حُسن کی نمائش اور حُسن سے فیضان ، یہ سب رحمت الٰہی کے نقشے ہیں۔انسانی دماغ کے اندر عقل و تفکر کا چراغ روشن ہے اس میں قوت اِدراک ، قوت احساس اور قوت عقل کسطرح پیدا ہوئی ؟ چیونٹی کے دماغ کا جسم سوئی کے نا کے سے بھی کم لیکن اس میں اِحساس ہے، اِدراک ہے ، محنت کا جذبہ ہے ، مستقل مزاجی ہے ، ترتیب اور تناسب ہے، نظم اور ضبط ، صنعت اور اختراع (invention) کی ساری قوتیں اور احتیاط کی پوری تدابیر اس دماغ میں ہیں۔ اِسی طرح شہد کی مکھی اور دیگر چیزوں کو دیکھ لیں سب میں جمال صُوَرِی کے ساتھ جمال مَعنَوِی بھی ہے۔ حالات متضاد (مخالف) ، لیکن زندگی کی دل بستگی اور بقاء حیات کی سرگرمی سب میں ہے۔ خواہ چرند ہو خواہ پرند ہو خواہ حشرات الارض ہوں۔ کارساز فطرت کی یہ کیسی کرشمہ سازی ہے کہ حالات مختلف ہیں، طبائع مُتَنَوِّع ہیں ، اَشْغال مختلف ہیں ، اَغْراض متضاد ہیں، لیکن معیشت کی دل بستگی اور سرگرمی سب میں یکساں ہیں۔

بچہ کی پیدائش ، بچہ کی پرورش ایک ماں کیلئے کس طرح خود فرُوشانہ محنتوں ، مشقتوں کا طول طویل سلسلہ ہے۔ رحمتِ الٰہی نے اِن سب کو کچھ ایسے جذبات اور خواہشات کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے کہ ہر عورت میں ماں بننے کی قدرتی طلب ہے اور ہر ماں پرورش اولاد کیلئے مجنونانہ خود فراموشی رکھتی ہے۔

رحمت الٰہی کا یہ کیسا دلکش منظر ہے کہ ماں کی فطرت میں رحمت ڈال دیا ہے۔

اللہ کی قدرت کے تصّرُفات دیکھو کہ کس طرح نوع انسانی کے منتشر افراد اجتماعی زندگی کے بندھنوں میں باہم مربوط کر دیے گئے ہیں اور کسطرح صِلہ رحمی کے رشتے نے ہر فرد کو سینکڑوں اور ہزاروں افراد کے ساتھ جوڑ دیا ہے (جبکہ دنیا کی آبادی ۵ ارب ہے ان میں سے مسلمان ایک ارب ۷۰ کروڑ ہیں)

ایک مفروضہ : اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ زندگی اور معیشت اور بقاء وجود اور بقاء نسل آدم کا نظم، اِن تمام اثرات اور محرّکات سے خالی ہوتا تو کیا ہوتا؟ قرآن کہتا ہے کہ خالی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ فطرت کائنات میں رحمت کارفرما ہے۔ رحمت کے تقاضوں کے نقشوں سے کائنات بھری ہوئی ہے اور اِسی پر کائنات چلا ہی ہے ۔اسی رحمت کا طفیل ہے کہ مشقتیں، مصیبتیں، زحمتیں، خوشگوار اور دل پسند ہو جاتی ہیں۔ زندگی کیلئے یہ تسکین اور راحت کا سامان ہو گئیں ہیں۔ یہ رحمت ہی ہے جسکی وجہ سے رنج میں راحت، اَلم میں لذّت، سختیوں میں دل پذیری کی کیفیت پیدا کر دیگئی ہے۔

غم حیات کی لذّت کو کوئی کیا جانے
بہار دیکے خریدے گئے ہیں ویرانے

قرآن کی دعوت کا ایک انداز دلایل فضل ورَحمت بھی ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن میں جسطرح رُبُوبیت کے اعمال اور مظاہر سے دلائلِ توحید پیش کیاہے، اُسی طرح وہ رحمت کے آثار اور حقائق سے بھی جانچا، توحید کے سلسلے میں دلائل پیش کیاہے جمال کی حقیقت، موزونیت، اعتدال اور تناسب ہی ہے جو حُسن اور خوبی کے تمام مظاہر کی اصل ہے۔ گویا رحمت الٰہی کا تقاضہ ہے کہ حُسن و خوبی ہو، خوبصورتی اور دلکشی ہو۔ نزول وحی بھی رحمت الٰہی کی دلیل ہے۔ مغفرت اور بخشش کی وسعت اور فراوانی بھی رحمت الٰہی کی دلیل ہے۔ قرآن جو رحمت الٰہی کا نقشہ کھینچاہے اُسکی کوئی حد اور انتہاء نہیں ہے۔ کتنے ہی گناہ ہو، کیسے ہی گناہ ہو، کتنی ہی مدت ہو، اگر عاصی دَرِرَحمت پر توبہ کی دستک دے تو بخش دیا جاتا ہے۔

﴿لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [الزمر: ۳۵]

اسلامی عقائد کا دینی تصوّر اور رحمت: قرآن نے انسان کیلئے دینی عقائد اور دینی اعمال کا جو تصور قائم کیاہے اسکی بنیاد تمامتر رحمت اور محبت ہی پر رکھی گئی ہے۔ کیونکہ وہ انسان کی روحانی زندگی کو کائنات فطرت کے عالمگیر کارخانے سے پیوست اُس کا ایک گوشہ قرار دیتاہے۔

(۱) خدا اور بندے کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے (لا محبوبَ إِلَّا الله) کہ اللہ معبود ہوتے ہوئے بندے کے حق میں محبوب بھی ہو۔

(۲) بندہ، خدا سے محبت کرے اور بندہ بندے سے محبت کرے۔

(۳) چنانچہ اعمال، عبادات، اخلاق اور خصائل میں جن باتوں پر زور دیا گیاہے ان سب میں یہی حقیقت کام کر رہی ہے۔

(۴) قرآن سر تا پا تمام رحمت الٰہی کا پیغام ہے۔
(۵) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم کیلئے رحمت ہیں۔
(٦) اگر وہ سارے مقامات جمع کیئے جائیں جہاں بالواسط رحمت کا ذکر آیا ہے تو قرآن اول سے آخر تک اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ رحمت الٰہی کا پیام ہے۔ جیسے رُبُوبیت، مغفرت، کرامت، حلم، عفو، درگزر وغیرہ ہیں۔ اور اگر بلا واسطہ جہاں جہاں رحمت کا ذکر آیا ہے ان مقامات کو شمار کریں تو وہ ۳۰۰ سے زیادہ ہیں۔
(۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے اسلام کی جو حقیقت ہمکو بتلائی ہے وہ تمامتر یہی ہے کہ خدا کی مُوَحِدَانہ پرستش ہو اور اسکے بندوں پر رحمت اور شفقت ہو۔

حدیث - إنَّما يرحمُ اللهُ من عبادِهِ الرُّحماء (صحیح البخاری) خدا کی رحمت ان ہی لوگوں کیلئے ہے جو اسکے بندوں کے حق میں رحمت بنے ہوئے ہیں۔
(۸) حضرت عیسٰیؑ کا قول ہے کہ لوگو زمین پر رحم کرو تاکہ تم پر آسمان والا رحم کرے۔
(۹) اسلام نے انسانی رحمت اور شفقت کی ذہنیت کو جو وسعت دی ہے وہ اس قدر ہے کہ بے زبان جانور بھی اِسی رحمت میں داخل ہیں۔

حدیث - لرَّاحمون يرحَمُهمُ الرحمنُ، ارحموا أهلَ الأرضِ، يرحمْكم مَن في السماءِ [رواہ ابوداود والترمذی واحمد] **رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔**

بندہ صفاتِ الٰہی کا ایک چھوٹا دائرہ اپنے اطراف رکھے

اصل یہہ ہے کہ خدانے خداپرستی کی بنیاد ہی اس جذبے پر رکھی ہے کہ انسان خدا کی صفتوں کا عکس اپنے اندر پیدا کرے وہ غفور ہے تو یہ بھی غفّاریت یعنی خطاؤں کو بخش دینے کا جذبہ رکھے، وہ رحیم ہے تو یہہ بھی رحیمی کا جذبہ رکھے، وہ حلیم ہے تو یہہ بھی دنیا میں حلم سے کام لے، وہ ستار ہے تو یہہ بھی عیب پوشی پر عمل کرے، وہ کریم ہے تو یہہ بھی کریمی کو گلے لگا کے رکھے، وہ صبور ہے تو یہہ بھی صبر کے جذبے سے سرشار رہے۔

اصول یہ کہ اگر کوئی بھی کسی ذات سے قریب ہونا چاہتا ہے تو اس ذات کے صفات کو اختیار کرے۔ اللہ کی ذات سے قریب ہونا چاہے تو اللہ کی صفات کو اختیار کرے ان شاء اللہ اللہ کی ذات سے قربت حاصل ہو جائیگی۔

میری حیات کا عرصہ اگر ہو اک لمحہ
یہ آرزو ہے وہ لمحہ تمھارے ساتھ کٹے

انسان کا وجود ایک ایسی سرحد ہے جہاں حیوانیت کا درجہ ختم ہو جاتا ہے اور انسان کا جوہر انسانیت اِسکے سوا کیا ہے کہ وہ صفات الٰہی کا عکس ہو جائے، بس انسانیت کی تکمیل یہی ہے کہ اُس میں زیادہ سے زیادہ صفات الٰہی سے تَخَلُّق اور تَشَبُّہ پیدا ہو جائے۔ وہ حفیظ ہے تو تم بھی اپنوں کی حفاظت اور نگرانی کرو، وہ معطی ہے تو تم بھی فقیروں کو عطا کرو۔ اس طرح اللہ کے کمالات (صفات) سے مُتّصِف ہو جائے۔ البتہ تکبر اللہ ہی کیلئے زیبا ہے۔ تکبر انسان کیلئے بُری چیز ہے۔ وہ اسطرح ہے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ میں بڑا ہوں یہ بات نہ صرف غلط بلکہ جھوٹ ہے

کیونکہ انسان محتاج ہے فانی ہے۔ عیوب کا مجموعہ ہے، ایسی صورت میں بڑائی اسکے لئے ثابت نہیں ہو سکتی، اسطرح سے انسان کو جھوٹ سے روکا گیا ہے ۔ انسان اپنے کو بڑا کہنا جھوٹ بولنا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ذریعے بندوں میں رحمت کا تصور پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ ہم بھی سرتاپا رحمت اور محبت ہو جائیں، اسکے لئے وہ کبھی قرآن میں اپنی رُبُوبیت کی تصویر پیش کرتا ہے اور کہیں اپنی شفقت کا ذکر اور کہیں اپنے لُطف و کرم کا جلوہ دِکھاتا ہے، کہیں اپنے وجود کا اور اپنے احسانات کا نقشہ کھینچتا ہے، تاکہ ہم میں بھی الٰہی صفات کا جلوہ نمودار ہو جائے۔ حضرت یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں سرتاپا مَعْصِیَتُ (گناہگار) ہوں اور تو مجسم عفو ہے۔ اے اللہ تو نے فرعون کو خدائی کا دعوی کرنے پر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس سے نرمی سے بات کرو۔ تو أَنَا رَبُّكُمُ الأعْلَى کہنے والے پر رحم و کرم فرما سکتا ہے تو جو سبحان رَبِّيَ الأَعلى کہتا ہے اس پر تیرے لطف و کرم کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

جہاں تک اسلام کے احکام کا تعلق ہے اسلام دشمنوں کو بھی بخش دیتا ہے بدلہ لینے کے مقام پر عفو اور درگزر کو افضل بتایا گیا ہے۔

نوٹ: قرآن میں دھمکی ڈراوا اور وعید بھی ہے لیکن ان کا تمامتر تعلق اُن لوگوں سے ہے جن کی مخالفت کی بنیاد بُعض اور دشمنی، ظلم اور شرارت تھی یہ لوگ اسلام دشمنی اور مسلم دشمن تھے۔ انکے ساتھ اگر نرمی ملحوظ رکھی جاتی تو بلا شبہ یہہ رحمت کا سُلوک تو ضرور ہوتا لیکن انسانیت پر ظلم ہوجا، اس طرح ظلم و فساد پرورش ہوتی۔

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹے میں ہو خُوئے حریری

بہر حال رُبوبیت اور رحمت کے بعد عدل اور انصاف بھی ضروری ہے۔

معرفت رب، انسان کا سب سے بڑا حاصل ہے۔ جو آدمی مخلوقات میں اور کائنات ہی میں خالق کو دریافت کرلے وہی صاحب معرفت ہے اور وہی خدا کا مطلوب بندہ ہے۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے کائنات ایک کھلی کتاب ہے۔ کائنات ہستی کا وجود، خدا کی رحمت کی صفت رحمانیت کی طویل کہانی ہے۔ کائنات، خدا کی صنعت ہے۔ صنعت سے صانع کو جانا جاسکتا ہے یہی معرفت الٰہی ہے۔ یہ گنبد نیلوفری اس میں آویزاں (لٹکایا ہوا) کروڑوں قندیلیں، یہ نعمتوں سے بھری زمین، یہ فلک بوس پہاڑ، یہ سبزہ پوش ٹیلے، یہ گل فروش وادیاں، سورج کی سہانی کرنیں، یہ ستاروں کی جھلملاہٹ، یہ سفید بادل کی گل کاریاں وغیرہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کائنات کا حسین چہرہ اپنے حسین تر خالق کا آئینہ بن گیا ہے۔ یہہ سب اسکے جلال اور جمال کے مظاہر ہیں۔ سب اسکی صفات کا جلوہ ہیں۔

یہہ سب نقشِ کائنات ہے اور اس کا نَقّاش اسکے پس منظر میں ہے تصویر ظاہر ہے مُصَّوِر مخفی ہے۔ کائنات میں غور و فکر آدمی کو خدا سے جوڑتا ہے۔ صنعت کی عظمت سے صانع کی عظمت کا پتہ، قدرت کی عظمت سے قادر کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ صنعت، صانع کے تعارف کا ذریعہ ہے۔ مصنوع سے بھی صانع کا دیدار ہو جاتا ہے۔

حدیث: إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي (میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے)

نوٹ:

(۱) قرآن مجید میں رحمت الٰہی کو عذاب الٰہی پر بیشتر مقامات پر مقدم کیا گیا ہے اور اسکی بنیاد یہی حدیث ہے۔

(۲) قرآن مجید میں لفظ رحمٰن ۵۷ مرتبہ اور لفظ رحیم ۱۱۴ مرتب آیا ہے

اللہ کی رحمت کے نقشے پیدائش انسان سے آخرت تک

(۱) بُلوغت سے قبل کے گناہ قابل گرفت نہیں ہیں۔

(۲) بالغ ہونیکے بعد، کفر کی حالت میں اگر زندگی گزری اور دوران زندگی دنیا بھر کے گناہ سرزد ہوگئے کبیرہ بھی صغیرہ بھی لیکن زندگی ہی میں ایمان کی توفیق نصیب ہو گئی تو سارے سابقہ گناہ ایمان کی بدولت معاف ہو جاتے ہیں۔

(۳) ایمان لانیکے بعد عُذر شرعی کی بنا پر بعض اعمال ترک ہوئے جیسے روزے بہ وَجَہ مسافرت یا بیماری میں کر سکتے ہیں۔ اس طرح جان بچانیکے لئے حرام حلال ہو جانا، وقتی طور پر اور موسلادھار بارش کیوجھ سے نماز یا جماعت کا ترک کرنا وغیرہ جو اعمال ترک ہوتے ہیں ان پر گرفت نہیں ہے۔

(۴) دنیوی زندگی میں تکالیف، مصائب، بیماریاں، انسان کو لاحق ہوتی ہیں ان سے گناہ دُھل جاتے ہیں یعنی یہ گناہوں کا کفّارہ ہو جاتی ہیں۔

حدیث-عن أبي سعيد وأبي هريرة رضي الله عنهما مرفوعاً» :ما يُصيب المسلم من نَصب، ولا وصَب، ولا هَمٍّ، ولا حَزن، ولا أَذى، ولا غَمٍّ، حتى الشوكة يُشاكها إلا كفر الله بها من خطاياه«

ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کو جو بھی تھکان، مرض، پریشانی، صدمہ، تکلیف یا غم پہنچتا ہے حتی کہ اگر کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بدلے میں اس کے گناہ معاف کردیتا ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہی گناہوں کا کفّارہ ہو جاتی ہیں یعنی دنیا ہی میں گناہوں کا بدلہ یا سزا اِن صورتوں میں دیدیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر کانٹا چُبھ جائے تو ان سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ بھی گناہوں کے دھونے کا سبب بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مؤمن کی پریشانی، مومن کے گناہوں کا کفّارہ ہے۔

(۵) ایمان لانیکے بعد عذر شرعی کے بغیر اعمال ترک ہوئے اور گناہ بھی سرزد ہوئے مگر سکرات موت سے قبل توبہ کی توفیق نصیب ہوگئی تو حساب وکتاب سے بچ گیا۔اسی طرح استغفار اور توبہ سے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(٦) عبادات سے، نوافل سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۷) اِنفاق فی سبیلِ اللہ سے یعنی صدقہ، خیر خیرات سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں خیرات کی تاکید ۱۵۰ مقامات پر آئی ہے۔

(۸) ﴿مَّن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [البقرة: ۲۴۵] کوئی ہے کہ خدا کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا۔ اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے۔اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

(۹) نزع کی تکلیف گناہوں کا کفّارہ ہے۔

(۱۰) موت کفّارہ ہے۔

(۱۱) عذاب قبر کفّارہ ہے۔

(۱۲) عذاب دورخ کفارہ ہے۔

(۱۳) اسکی رحمت کا یہ عالم ہے کہ ایک نیکی پر، ۱۰ گنا اَجر دیتا ہے اور ایک بدی پر ایک گنا سزا۔

نوٹ۔ دُنیوی مصائب، بیماریاں، مشکلات، پریشانیاں یہ سب عذاب الٰہی نہیں ہیں بلکہ رحمت ہیں اس لحاظ سے بڑے عذاب سے ڈرانے کے لئے جگایا جاتا ہے۔ غم اور مصیبت کے اس فلسفے سے واقف ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ بہتریں زندگی ہم نے صبر میں پائی ہے یا زندگی کا خیر ہم صبر میں پائے ہیں۔

قال عمر رضی اللہ عنہ : وجدنا خير عيشنا بالصبر-

زندگی میں کچھ تو کانٹوں کی چُبھن بھی چاہیے
وہ جو پھولوں ہی میں گزارے بے مزہ ہے زندگی

وقت کو اے صفی برا نہ کہو
وقت پیغمبروں پہ آیا ہے

کہنے کو زندگی تھی بہت مختصر مگر
کچھ اسطر گزری کے خدا یاد آ گیا

یاں فکر معشیت ہے تو وہاں دغدغہ حشر
ہر حال میں آرام یہاں ہے نہ وہاں ہے

کسکو کو آرام، کسکو کو راحت ہے

زندگی قید بامشقت ہے

مشکلیں اتنی غم اتنے مسائل اتنے

زندگی مجھکو بتا کیسے گزارا جائے

سکون پیار، تبسم بہار، گل شبنم

خوشی میں زیست کو کیا کیا سمجھ رہے تھے ہم

نوٹ: اگر کوئی بستر پر لیٹنے کے وقت رات میں نوافل کی نیت کرے اور اگر بیدار نہ ہو سکا تو، اسکو نیت کا اجر ملیگا

(۱۴) وہ ایسا رحمٰن ہے کہ پیدائش سے قبل ہی پیدائش کے بعد کے مسائل حل کر دیتا ہے۔ پیدائش کی بعد کی ضروتوں کو مہیا کر دیتا ہے اور وہ بھی ہمارے علم کے بغیر اور بغیر مانگے، پھر ہم کو انکے فوائد کا علم دیتا ہے یہ سب کچھ ہمارے ایمان اور عمل سے قبل ہی عطا کر دیتا ہے۔

(۱۵) کسی حیوان، چرند، پرند کو ذبح کرنا ہو تو اللہ کا نام لینے کا حکم ہے نہ کہ رحمٰن اور رحیم کا اسلئے کہ ذبحہ کے فعل کے ساتھ رحمٰن اور رحیم کے ناموں سے مناسبت اور موزونیت نہیں ہوتی۔

(۱۶) حکم شرع ہے کہ جب کسی کو قرض دیا کرو تو لکھ لیا کرو اور دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو۔ اسبات سے اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت اور شفقت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمارے مال کا نقصان بھی گوارا نہیں کرتا، جان کا نقصان کب گوارا کریگا۔ پھر وہ جنت سے محروم کر کے دوزخ میں کب ڈالنا چاہے گا؟

(۱۷) تمام اخلاق کا تقاضہ یہی ہے کہ کسی کو دوسرے سے تکلیف نہ پہنچے

(۱۸) نفس خود عدم تزکیہ کی وجہ سے شیطانی کام کرے تو پھر شیطان کی کیا ضرورت ہے کیونکہ شیطان کو گمراہ کرنیکے لیے دوسرا شیطان نہیں آتا۔ پس نفس پر غالب آجانا کفّار پر غالب آنے سے زیادہ اہم ہے۔

(۱۹) اگر ساری زمین گناہوں سے بھر جاوے تو توبہ سب کو مٹا دیتی ہے جیسے بارود تو تھوڑی ہوتی ہے لیکن بڑے بڑے پہاڑوں کو اڑا دیتی ہے۔ (تھانوی)

(۲۰) اگر بندے کو رحمت الٰہی کا مشاہدہ ہونے لگے تو گناہوں کو چھوٹا سمجھنے لگیگا، ایسی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔

(۲۱) حشرات الارض، پرند، چرند، انسان، حیوان پانی کی تلاش کر لیتے ہیں اور پانی تک پہنچ بھی جاتے ہیں تاکہ پیاس بجھالیں لیکن جنگل کے درخت اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے ان تک پانی پہنچانے کا انتظام رُبُوبیت کی طرف سے انجام پاتا ہے۔ وہ اسطرح سے کہ فرض کرلو کہ ایک جنگل ۱۰ یا ۲۰ کیلو میٹر تک پھیلا ہوا ہے، جنگل کے اُوپر کی فضا کافی سرد رہتی ہے۔ چنانچہ جب بادل اس طرف سے گزرتا ہے تو ایک بُرُودَت کی وجہ سے بادل کے اندر موجود مہین (باریک) پانی کے ذرات کا حجم بڑھ جاتا ہے جسکی وجہ سے وزن بڑھ جاتا ہے اور بارش ہوتی ہے اس طرح بارش جنگلات تک خود پہنچتی ہے۔

(۲۲) اندازہ ہے کہ ہر سال 400 بلین ٹن پانی بخارات بنکر اُڑتا ہے پھر برستا ہے اس چکر سے اُس موجودہ پانی میں جو سمندروں میں ہے اُس میں سے ایک گیالن پانی بھی کم نہیں ہوا۔

(۲۳) سردیوں میں جب سمندروں اور دریاؤں پر برف جمتی ہے تو پورا پانی برف نہیں بن جاتا، صرف اوپر کی تہہ برف بنتی ہے اگر پورا پانی برف بن جاتا تو پانی کے اندر کے سارے جاندار مر جاتے۔

(۲۴) بارش سے قبل بجلی کی کڑک سے بارش کے پانی میں کثیر مقدار میں نائٹروجن کا اضافہ ہوتا ہے، یہ نائٹروجن کھاد کا کام کرتی ہے جو زمین کی زرعی قوت کو کئی گنا بڑھادیتی ہے۔اسطرح بارش مردہ زمین کو زندہ کرتی ہے۔

(۲۵) بادل ایک خاص مادی ساخت ہے جو بھاپ سے بنتا ہے اور فوراً ہی فضاء میں پہنچ کر باریک قطروں میں ٹھنڈک کی وجہ سے تبدیل ہو جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ چھوٹے قطرے بڑے ہوتے ہیں ان کا حجم بڑھنے لگتا ہے اور جب زمین کے قریب آجاتے ہیں تو ہوا کی رگڑ کی وجہ سے قطرے کی رفتار بہت کم ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے جب وہ قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین کے اندر بوئے ہوئے بیج کو دھکا نہیں لگتا، اگر قطرے کی رفتار تیز ہوتی یا قطرہ کا حجم بڑا ہوتا تو بیج زمین سے اُوپر آجاتا۔

(۲۶) آکسیجن جلنے والی گیاس ہے اور ہائیڈروجن خود بخود بھڑکنے والی گیاس ہے۔

اب ہائیڈروجن کے دو ایٹم (ATOM) اور آکسیجن کا ایک ایٹم (ATOM) ملتا ہے تو پانی کا ایک سالم یعنی (Molecule) بنتا ہے۔ جلنے میں مدد دینے والی گیاس اور خود بخود بھڑکنے والی گیاس، ان دونوں کو ملا کر اللہ تعالیٰ بجھانے والا جوہر یعنی پانی بنادیا۔

(۲۷) ہوا کی ضرورت مخلوق کو پانی سے زیادہ ہے، زمین کے اطراف ہوا کا غلاف رکھا۔ انسان ایک منٹ میں ۱۸ مرتبہ سانس لیتا ہے اس دوران کا 1.5 لیٹر آکسیجن استعمال کرتا ہے اسطرح ۲۴ گھنٹوں میں، ۱۰ ہزار سے ۲۰ ہزار لیٹر تک ہوا کا استعمال کرتا ہے۔ انسانی پھیپھڑے آکسیجن کو جذب کرتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ سانس کے ذریعے چھوڑتے ہیں، درخت اسکے برعکس کاربن ڈائی آکسائیڈ

جذب کرتے ہیں اور آکسیجن چھوڑتے ہیں۔ یہ قدرت کا نظام ہے کہ ایک کی ضرورت دوسرے سے پوری کرتا ہے۔

(۲۸) یہہ رحیمی اور کریمی کی انتہاء ہے کہ نماز در حقیقت ہمارا کام ہے اور اس کا نفع خود ہمارے ہی لئے ہے۔ اللہ کو اس کا کیا فائدہ مگر پھر بھی ہمارے نہ کرنے پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اور کرنے پر انعام دیتا ہے۔

(۲۹) اسلامی معاشرے میں ایک شرعی حکم یہ ہے کہ اپنے ملازمین کی ۷۰ خطائیں روز معاف کرو، اگر خطائیں اس سے زیادہ ہوں تو سزا دو۔

(۳۰) یہ رحمت الٰہی ہی ہے کہ دین کے کاموں میں خرچ کرنے کو فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا کہا اس میں خدا کا کیا نفع ہے؟

(۳۱) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مجھے قرض حسنہ دینے کے مساوی ہے۔ بندوں کی حاجت برآری کرنے کیلئے ترغیب کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندوں کی حاجت پوری کرنا گویا مجھے قرض دینا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خود انسان کماتا ہے وہ اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں ہی کی وجہ سے کماتا ہے، اس میں انسان کا کمال کیا ہے، سب کچھ اللہ کا ہے، اللہ کا دیا اللہ کو واپس کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو قرض حسنہ کہتا ہے یہ کیسی رحمت ہے۔ پھر قرض کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اسکو واپس کرنا ضروری ہو جاتا ہے گویا اللہ میاں ضمانت دے رہے ہیں کہ ہیں تم کو جزا کے طور پر اِس کو واپس بھی کر دنگا۔ جسطرح بندہ بندے کو قرض واپس کرتا ہے۔ اور یوں بھی اُس سے بڑھ چڑھ کر ہی دیگا۔

(۳۲) تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے حقِ قرض کو اچھے طریقے سے ادا کرے

(۳۳) قرآن میں اکثر آیات ایسی ہیں جن میں حکمت کے ساتھ شفقت اور رحمت کا پہلو بھی ملتا ہے، جس کی وجہ سے نفع میں اضافہ ہوتا ہے خالص حکمت کی تعلیم میں وہ فائدہ کہاں؟

(۳۴) مرض الموت میں وسوسوں کا ہجوم ہوتا ہے بیمار اِن وسوسوں سے پریشانی میں پڑ جاتا ہے، یہ پریشانی بھی گناہوں کا کفّارہ ہو جاتی ہے۔

(۳۵) بیماری میں اللہ کی طرف سے ایک تکلیف ہوتی ہے تو اسکے ساتھ کئی راحتیں ملتی ہیں۔ کئی لوگ شفا کی دعا کرتے ہیں کئی لوگ عیادت کرتے ہیں ان سب کا میری طرف یعنی بیمار کی طرف متوجہ ہونا رحمتیں ہی ہیں۔ پھر بیماری کفّارہ ہو جاتا صاف بات ہے۔

(۳۶) مؤمن کی عجیب حالت ہے کہ اگر اسکو خوشی پہنچتی ہے، تو شکر کرتا ہے اور اگر مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے۔ اسطرح دونوں حالتوں میں منافع میں رہتا ہے۔ دین میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔

(۳۷) آل عمران آیت نمبر ۱۴ ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ ------ ﴾ کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہہ نہیں کہا ہے کہ یہ چیزیں اچھی نہیں ہیں، بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں اچھی ہیں لیکن اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ ان سب سے اچھا ہے یہ ترغیب دی جارہی ہے کہ اللہ کے پاس یعنی آخرت کی مرغوبات پر نظر کر کے دُنیوی مرغوبات کی طرف زیادہ توجہ نہ دیں۔

(۳۸) ﴿ قَالَ وَ مَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴾ [الحجر: ۵۶]

کہا کہ خدا کی رحمت سے (میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے) مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔

مایوسی کے تین اسباب

(۱) جہالت

(۲) بے صبری

(۳) دوسروں کی پر آسائش زندگی پر نظر رکھنا

(۳۹) ﴿لَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [یوسف :۸۷] اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

(۴۰) رحمت الٰہی سے مایوسی بعض صورتوں میں کفر بھی ہے.

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔

مؤلف

الحاج قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔ یف۔ ی۔ ناگپور کالج

" مولف کتاب "اصلاحی تحفہ " خادم تدریس القرآن باہتمام

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی